# Advertisement at Urdu Palace

**Are you looking for an affordable website to advertise your business?**
**Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.**
**For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through**

**Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135**

# دلدلی چہرہ

روبینہ رشید

خارزارِ زیست میں ہر روز نئے چہروں سے واسطہ پڑتا ہے... سب ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں ... کسی کے چہرے سے ناراضگی ظاہر ہوتی ہے... کسی کے چہرے پر بد مزگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور کسی چہرے سے کوفت اور بوریت ٹپک رہی ہوتی ہے... ایسے ہی چہروں کے درمیان ایک چہرہ ایسا بھی تھا جو اس کے لیے گوہر مقصود تھا... محبت سے بھرپور وہ چہرہ... پُرکشش... باوفا... خوش قسمتی کا شاہکار تھا... جو اچانک ہی اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا... تلاش و کھوج کا یہ مقصد اسے ایسے گمراہ کن راستوں پر لے گیا... جہاں قدم قدم پر ایک نئے چہرے سے ٹکراؤ ہو رہا تھا۔

ہمدردی و دردمندی رکھنے والے دلدلی چہرے کی چونکا دینے والی کہانی

وہ یوں غائب ہو گیا تھا جیسے کہ کبھی کہیں تھا ہی نہیں۔

وہ روز کی طرح دفتر جانے کے لیے گھر سے نکلا تھا۔ معمول کے مطابق تیار ہوتے ہوئے دن بھر کے شیڈول کے بارے میں باتیں کرتے کرتے اس نے شام کا پروگرام بھی ترتیب دے لیا تھا۔ وہ انیقہ کے پسندیدہ چائنیز میں ڈنر کرنے والے تھے اور اس کے بعد تھوڑی سی لانگ ڈرائیو...... وہ دونوں روز کی طرح ساتھ ہی گھر سے نکلے تھے۔

''کورٹ پہنچ کے اور پھر گھر کے لیے نکلتے ہوئے مجھے او کے کال کرنا مت بھول جایئے گا وکیل صاحب۔'' وہ روز کی طرح یاددہانی کرانا نہیں بھولا تھا۔

''تم تو یوں کرو کہ مجھ میں ایک چپ لگوا لو پھر مزے سے اپنے لاڈلے فون سے مجھے ٹریک کرتے رہنا۔'' انیقہ نے چڑ کر کہا تھا۔

''ارے ہاں یار، ناٹ اے بیڈ آئیڈیا۔'' وہ پلٹ کر چکا۔ ''ویسے ایسا ہو تو کس قدر آسان ہو جائے نا سب کچھ...... اور پھر اگر سارے مجرموں کو چپ لگا دی جائے تو فرار کا خطرہ ہی ختم ہو جائے۔''

''بس ہونا پولیس والے...... مجرموں کے سوا کچھ سوجھتا ہی نہیں جناب کو۔'' اس نے اپنی گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''کیوں نہیں سوجھتا......تم کبھی پوچھو تو مجھ سے۔'' وہ مصنوعی سرد آہ بھر کر بولا۔

''آپ کہو مجھے......'' انیقہ بھی مصنوعی رعب سے بولی۔

''جیسا تم کہو۔'' نہایت سعادت مندی سے جواب بھی ترنت ملا تھا۔ ''اب کیا دفتر نہیں جانا......صرف مجھے گھورتے رہنا ہے؟''

''جا رہی ہوں مگر خضر تم سچ میں بہت زیادہ وہمی ہو۔ رکشے سے جاؤں تو تمہیں رکشے کا نمبر چاہیے، گاڑی درمیانی

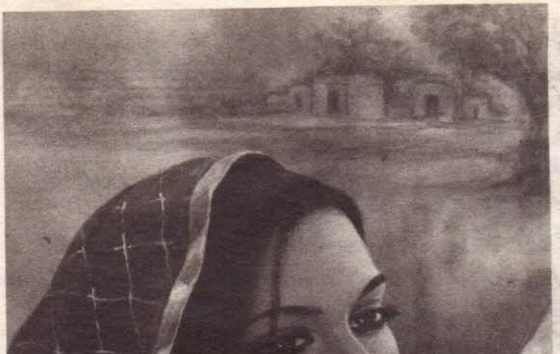

زو میں ہی چلانی ہے، سگنل پر شیشہ نہیں کھولنا۔'' وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''میڈم یہ سیکیورٹی ٹپس ہیں......تم تو تم......میں تو اور خواتین کو بھی یہ سمجھاتا ہوں، اگر رکشے والا یہ دیکھ لے گا کہ تم نے بیٹھتے ہی اس کا نمبر گھر بھیج دیا تو وہ بے چارہ خود ہی نہایت حفاظت سے تمہیں گھر تک چھوڑ کر آئے گا۔ خود کسی مشکل میں پھنسنے کے ڈر سے...... سمجھیں، چلو اب اللہ حافظ اور یہ بھی تو دیکھو کہ میں خود ہر جگہ پہنچ کر اطلاع دیتا ہوں ناتم کو......''

مگر اس بار وہ خود سارے سیکیورٹی ٹپس جیسے بھول ہی گیا تھا ایسا گیا تھا کہ اس کی خبر تک پلٹ کر آنا بھول گئی تھی۔ وہ جو ہمیشہ فون کی ایک بیل پر میسر ہوتا تھا اب اس کا فون مسلسل ایک ہفتے سے دسترس سے دور تھا کوئی جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔

یقین کی ریت زندگی کے ہاتھوں سے گویا پھسلتی جا رہی تھی۔

وہ اسے، اپنے گھر کو...... سارے خوابوں کو ایسے کیسے بھول سکتا تھا......؟ کیسے؟ وہ جانتی تھی کہ یہ ممکن نہیں...... کسی بھی صورت میں ممکن نہیں......پھر آخر وہ کہاں تھا......؟

وہ نہ جانے کب سے خضر کی کرسی پر ساکت بیٹھی دیوار کو گھورے جا رہی تھی، اس کا ذہن اسی ایک سوال کی گردان کیے جا رہا تھا۔

اچانک دور سے آتی کسی آواز نے اسے چھوا۔ ایک ہی لے میں گونجتی آواز لحہ بہ لحہ گویا قریب آتی جا رہی تھی۔ بالآخر وہ اسے حقیقت کی دنیا میں کھینچ لائی۔ وہ اچھل کے کرسی سے کھڑی ہوئی اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی۔

☆☆☆

''آخر یہ انیقہ دروازہ کھول کیوں نہیں رہی؟'' زرین کال بیل کو تیسری مرتبہ دباتے ہوئے بولی۔

''ہوسکتا ہے کہ وہ گھر پر نہ ہو۔'' اس سے کچھ دور کھڑے غالب نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

''نو...... وہ گھر پر ہی ہے، اس کی گاڑی بھی نیچے ہی کھڑی ہے گیراج میں۔'' زرین نے سر جھٹکا تو غالب اسے دیکھتا رہ گیا۔

اس کی سرخ و سفید رنگت اس وقت کچھ زیادہ ہی تمتما رہی تھی۔ چمکتی ہوئی بھوری آنکھوں میں بے چینی اور فکر جھلک رہی تھی۔ اس کا ایک ہاتھ غیر ارادی طور پر شانوں پر بکھرے بھورے خوب صورت بالوں کو سلجھا رہا تھا۔ اس کی پیشانی پر ہلکی سی شکن پڑی ہوئی تھی۔ اسے انیقہ کی بہت فکر ہو رہی تھی۔

زرین اور انیقہ کالج کے دنوں سے ایک دوسرے کی گہری دوست تھیں۔ انہوں نے وکالت کا امتحان بھی ایک ساتھ ہی پاس کیا تھا۔ گھریلو ذمے داریوں کی وجہ سے زرین نے امتحانوں کے فوراً بعد ہی ایک تجارتی ادارے میں ملازمت کر لی تھی۔ اس کے برعکس انیقہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اس کے پاپا شہر کے نامور ہارٹ اسپیشلسٹ تھے۔ گاؤں میں خاصی زمین موجود تھی۔ روپے پیسے کی کوئی

کمی نہیں تھی۔ انیقہ ان کی آنکھوں کا تارہ تھی اور اس کی کسی خواہش کو رد کرنا گویا ان کے لیے ناممکن تھا جب اس نے بار ایٹ لاء کے لیے ملک سے باہر جانے کا فیصلہ کیا تو اس کی جدائی کو نہ برداشت کرنے کے باوجود اس کے پاپا نے خوشی خوشی اس کی بات مان لی تھی۔ ممی نے اگرچہ تھوڑی مخالفت کی مگر اس کی ضد کے آگے ان کی بھی ایک نہیں چلی تھی۔ وہ بیرسٹر بننا چاہتی تھی۔ پڑھائی میں وہ شروع سے بہت اچھی تھی۔ بظاہر ایسی کوئی بھی وجہ نہیں تھی کہ وہ اپنا خواب پورا نہ کر پاتی۔ اس نے تو زرین کو بھی ساتھ لے جانے کے لیے پورا انتظام کر لیا تھا مگر زرین نے انکار کر دیا تھا۔ ایک تو اسے اپنے گھر کی ذمّے داری اٹھانی تھی، دوسرے وہ پہلے ہی انیقہ کی بہت احسان مند تھی۔ اسے اس کے پاپا کی سفارش پر ہی فوراً اتنی اچھی ملازمت مل گئی تھی مگر انیقہ اس کی زندگی میں اس طرح شامل تھی کہ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس کے جانے کے بعد وہ کیا کرے گی۔

''تو دیکھنا زرین میں بیرسٹر بن کر لوٹوں گی اور سب کی چھٹی کر دوں گی۔'' ائرپورٹ پر اس کی آنکھوں میں اترتے پانی کو دیکھ کر وہ اس کے گلے لگ گئی تھی۔

''وہ تو تُو ویسے بھی کر سکتی ہے۔''

''تو اتنی اداس مت ہو، میری ممی کا خیال رکھنا ہے تجھے...... خود منہ بنا کر بیٹھے گی تو ان کا خیال کیسے رکھے گی؟''

''میں رکھوں گی۔'' زرین نے کہا۔ ''تجھے کہنے کی ضرورت نہیں...... بس میں سوچ رہی تھی کہ تو تین سال بعد آئے گی...... میں اکیلی رہ جاؤں گی۔''

''ارے نہیں بیٹا، یہ ہر سال آئے گی۔'' اس کی ممی مسکرائیں۔ ''ہمیں چین تھوڑی پڑے گا اس کے بغیر......''

''سنا تم نے...... اگلے سال (اسی مہینے اسی دن) کو ملاقات ہوگی۔ غمگین ہیروئن۔'' وہ شوخی سے مسکرائی تھی اور پھر فضا میں گونجنے والے اعلانات کی آوازوں میں سب سے مل کر رخصت ہوگئی۔

مگر اسے اسی سال صرف چار ماہ بعد واپس آنا پڑا تھا اس کے ممی پاپا کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا۔ اس کے پاپا موقع پر ہی چل بسے تھے جبکہ ممی شدید زخمی حالت میں گویا اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ اس کی آمد کے تیسرے روز وہ بھی شوہر سے جا ملی تھیں۔

انیقہ کے لیے زندگی بے معنی ہو کر رہ گئی تھی۔ تب زرین نے ہی اسے سنبھالا تھا۔ وہ گھنٹوں ماں باپ کے کمرے میں ان کی تصویروں کے سامنے بیٹھی رہتی۔ اچانک، گاڑی لے کر قبرستان پہنچ جاتی، کام، پڑھائی، دنیا، لوگ وہ سب کچھ بھول گئی تھی۔ اسے انتہائی افسوس تھا کہ وہ ان کو چھوڑ کر گئی ہی کیوں...... شروع شروع میں کچھ رشتے داروں نے اس کے ساتھ رہنا چاہا مگر سب کی اصل توجہ اس کے پاپا کی دولت کی طرف تھی جسے وہ اپنی زندگی میں اپنی بیٹی اور کچھ خیراتی منصوبوں کے نام کر گئے تھے اور اس کا سب انتظام میکانکی طریقے سے چل رہا تھا۔ انیقہ کو کسی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی لہٰذا آخر چند دن میں ہی سب اِدھر اُدھر ہو گئے تھے۔ صرف زرین ہی تھی جو اس مشکل وقت میں لمحہ لمحہ اس کے ساتھ رہی تھی، اسے زندگی کی طرف کھینچ لائی تھی۔ یہ وہی تھی جس کی وجہ سے انیقہ نے پریکٹس کی طرف دھیان دیا۔ پاپا کے بڑے سے بنگلے کو بیچ کر اپارٹمنٹ خریدا اور کام کی طرف دھیان دینا شروع کیا۔ زرین تو چاہتی تھی کہ وہ واپس جا کر اپنی تعلیم مکمل کرے مگر انیقہ اس بارے میں کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔

وقت بہت بڑا مرہم ہے۔ گزر[illegible]ت نے اس کی تکلیف کو ختم تو نہیں کیا تھا مگر وہ جینے لگی تھی۔ کام اور مصروفیت اس کے لیے تریاق ثابت ہوئے تھے تو دوسری طرف مسلسل محنت نے بہت جلد اسے وکلا برادری میں ممتاز کر دیا تھا۔ مشہور تھا کہ انیقہ...... کبھی کوئی کیس نہیں ہارتی۔ اس کی دوسری پہچان اس کی ایمانداری تھی۔ اس نے ثابت کیا تھا کہ اسے خریدا نہیں جا سکتا وہ وہی کیس لیتی جو اس کے خیال میں ٹھیک ہوتے تھے۔

''زرین تم اسے فون کیوں نہیں کر لیتیں، ہوسکتا ہے کہ کال بیل بند یا خراب ہو۔'' غالب، زرین کی الجھن دیکھ کر بالآخر بولا۔

''ہاں...... یہ ہوسکتا ہے میں کرتی ہوں فون۔''

زرین نے بیگ سے فون باہر نکالا، ابھی وہ نمبر ملا بھی نہیں پائی تھی کہ دروازہ کھل گیا۔ انیقہ ان کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ خوب صورت غلافی آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی تھیں جیسے وہ کافی دیر سے روتی رہی ہو۔

''تم ٹھیک ہو انیقہ......؟'' زرین اسے دیکھتے ہی اس کی طرف بڑھی۔ ''کب سے بیل بجا رہے تھے ہم لوگ...... تم کہاں تھیں؟''

''پتا نہیں۔'' وہ عجیب سی بے بسی سے بولی۔ ''تم لوگ بیٹھو میں منہ دھو کر آتی ہوں۔'' وہ ان کے جواب کا انتظار کیے بغیر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

''انیقہ کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔'' غالب دروازہ بند

''کوئی خبر آئی......؟'' اس کے بیٹھنے کے بعد زرین نے پوچھا۔

''نہیں۔'' وہ دھیرے سے بولی۔ ''میں نے آئی جی صاحب کو بھی فون کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ کہیں سے کوئی اطلاع نہیں ہے جیسے ہی کوئی خبر ملی...... بتائیں گے اور وہی تسلیاں۔'' اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

زرین نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔ ''تمہیں ہمت کرنا ہوگی انیقہ، تم کو نکلنا ہوگا اگر تمہیں لگتا ہے کہ پولیس ٹھیک کام نہیں کررہی تو آگے بڑھو، سب کچھ دیکھو، انہیں مجبور کرو کہ وہ خضر کو ڈھونڈیں...... گھر میں بند ہونے سے کیا ہوگا آخر؟''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو...... آج آئی جی سے بات کے بعد میں نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے۔ میں کل اسٹیشن جاؤں گی، خضر کے ساتھیوں سے ملوں گی۔'' وہ حوصلے سے کہے جارہی تھی۔

''گریٹ...... اب کی نا تم نے ایک سچے پولیس افسر کی بیوی والی بات...... مگر کام کے لیے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے اور میں شرطیہ کہہ سکتی ہوں کہ تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا لہٰذا سب سے پہلے ہم کھائیں گے کھانا...... جو میں ساتھ لے کر آئی ہوں......'' زرین مسکرا کر بولی۔

وہ دونوں کافی دیر وہاں رکے تھے۔ کھانے کے بعد واپسی پر انہوں نے انیقہ سے ساتھ چلنے کے لیے خاصا اصرار بھی کیا مگر اس کے انکار پر بادلِ ناخواستہ گھر کے لیے نکلے تھے۔

''ذرا بھی پریشانی ہو تو مجھے کال کرنا...... میں پانچ منٹ میں پہنچ جاؤں گی۔'' زرین جاتے جاتے تین چار بار یہ بات دہرا کر گئی تھی۔

ان کے جانے کے بعد انیقہ اسٹڈی میں گھس گئی۔ زرین کی بات اس کے دل کو لگی تھی، وہ اپنے خضر کی تلاش کے لیے صرف دوسروں پر انحصار نہیں کرسکتی تھی۔ وہ کاغذ اور پین لے کر بیٹھ گئی۔

شروعات کہاں سے ہوسکتی تھی۔ اس نے سوچا، خضر اس صبح بالکل مطمئن تھا، کوئی ٹینشن یا پریشانی اگر تھی بھی تو ایسی نہیں تھی جو اس پر طاری ہوسکتی۔

وہ شام کا پروگرام بنا کر گھر سے نکلا تھا۔ یعنی اسے یقین تھا کہ وہ سات بجے تک گھر پہنچ جائے گا۔

پھر ایسا کیا ہوا کہ وہ واپس نہیں آسکا۔ اس کی گاڑی سی ویو سے ملی تھی۔ وہ وہاں کیا کرنے گیا تھا؟ اس نے انیقہ کو کر کے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''کیسے ٹھیک ہوگی...... پریشانی بھی کتنی بڑی ہے۔'' زرین دھیرے سے بولی۔

''ہاں...... یہی تو کہہ رہا ہوں میں، اسے اکیلے نہیں رہنا چاہیے، تم اسے گھر کیوں نہیں لے چلتیں؟''

''وہ تیار نہیں ہے۔ تمہارے خیال میں، میں نے کوشش نہیں کی ہوگی۔'' زرین نے گھور کر غالب کو دیکھا۔

غالب اس کا صرف شوہر نہیں تھا، اس کا بہترین دوست اور بقول خود اس کا بے چارہ عاشق بھی تھا۔ اس نے زرین کی ذمے داریوں کی وجہ سے اس کی چھوٹی تینوں بہنوں کی شادیوں تک اس کا انتظار کیا تھا۔ وہ تو اس کے چھوٹے بھائی کی ملازمت کے لیے بھی رکنے پر تیار ہوگیا تھا مگر زرین کی امی اور خود بھائی نے بہن کو شادی کے لیے تیار کرلیا تھا۔

وہ دونوں ایک ہی فرم میں کام کرتے تھے۔ غالب، انیقہ اور خضر دونوں کو ہی بہت پسند تھا۔ ہنسنا ہنسانا، خوش رہنا اور رکھنا اس کی سرشت میں شامل تھا۔ انیقہ کو اس حالت میں دیکھ کر وہ بہت رنجیدہ تھا۔

''میں نے پہلے ہی کہا تھا یہ بھی کہ اگر وہ نہیں آتی تو میں یہاں رہ جاتی ہوں مگر اس نے منع کردیا، اسے لگتا ہے کہ میں اس کی وجہ سے پریشانی میں پڑ رہی ہوں۔'' زرین بولی۔ ''میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ خضر آخر کہاں غائب ہوگیا ہے۔''

''وہ کبھی خود کہیں نہیں جاسکتا۔'' غالب حتمی انداز میں بولا۔

''مگر اس کا محکمہ تو یہی کہہ رہا ہے۔'' زرین بولی۔

''کوئی ...... کچھ بھی کہے مگر یہ تو ماننے والی بات ہی نہیں ہے، مجھے ڈر ہے کہ اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش نہ آگیا ہو۔''

''مگر غالب...... وہ کوئی عام آدمی تو ہے نہیں، ایک ذمے دار پولیس افسر ہے، اتنی تفتیش ہوئی۔ چھ دن سے سب اسے تلاش کررہے ہیں، کہیں کوئی حادثہ رپورٹ نہیں ہوا' میرے منہ میں خاک کوئی لاش نہیں ملی...... اس کے فون ریکارڈ سے بھی کچھ معلوم نہیں ہورہا سوائے اس کے اس نے آخری کال کلفٹن سے کی تھی...... اس کے بعد فون ریکارڈ ہی نہیں ہے۔ آخر سمجھا جائے تو کیا......؟''

''پتا نہیں مگر کوئی بہت بڑی گڑبڑ ہے۔'' غالب سر ہلا کر بولا۔ پھر انیقہ کو آتا دیکھ کر خاموش ہوگیا۔